© rasailojaraid.com

پہلے وفد کی بہ نسبت کہیں زیادہ وسیع، موثر اور نمائندہ ترحیثیت کا مالک تھا۔ جہاں تک ملاقات کے نتیجہ کا تعلق ہے تو ممکن ہے ان حضرات کو مایوسی ہوئی ہو جو "عاشقی کی صبر طلبی" کو تمنا کی بے تابی" کا حریف بنانے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ لیکن جن اہل نظر کو جگر کے خون ہونے کا غم نہیں ہے اور جو "سر ہے تو ابھی راہ میں ہیں سنگِ گراں اور" کا یقین رکھتے ہیں ان کے لئے مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہے جو خرابی سالہا سال دراز کی غلط سیاست کا نتیجہ ہو وہ اچانک دور نہیں ہو سکتی اس کے لئے صبر آزما کوشش اور عزم و حزم درکار ہے۔

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو　　رونا ہے یہ ہنسی نہیں ہے۔

بہرحال یہ خوشی اور اطمینان کی بات ہے کہ اردو تحریک کا قافلہ جس راہ پر گامزن ہے اس پر وہ خود اعتمادی کے ساتھ منزلِ مقصود کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کا ہر اگلا قدم اس کے پچھلے قدم سے زیادہ پُر از امید و حوصلہ ہے۔ اقلیتوں کی زبان سے متعلق جو کمشنر مقرر ہوا ہے وہ اپنا کام کر رہا ہے اور اب جو کچھ ہوگا اس کی رپورٹ کے بعد ہوگا۔ اس لئے ہم کو صدر جمہوریہ سے فوری طور پر کسی قطعی جواب کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ جہاں تک لسانی کمشنر کے ذاتی رویہ کا تعلق ہے ہم اپنے مقامی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ اس کا رویہ مخالفانہ نہیں بلکہ ہمدردانہ ہے۔ انجمن ترقی اردو کلکتہ کے وفد نے لسانی کمشنر کے سامنے جو میمورنڈم پیش کیا تھا اس کو انھوں نے بڑی توجہ اور غور سے سنا۔ اس پر بحث کی اسی کے بعض حصوں کی مزید وضاحت چاہی اور جب ان کو اس کی معقولیت کا اطمینان ہو گیا تو اس کے بعض مطالبات پر تو فوری کارروائی کرنے کا وعدہ کیا اور باقی چیزوں کی نسبت انھوں نے کہا کہ وہ اپنی رپورٹ میں ان کا خیال رکھیں گے۔ غرض کہ انجمن ترقی اردو کلکتہ کا وفد بھی یہ اثر لے کر واپس ہوا کہ اس کی ملاقات بالکل بے نتیجہ نہیں رہے گی۔

بہرحال اردو تحریک سے متعلق یہ سب باتیں تو وہ ہیں جن کا تعلق حکومت اور اس کے قانون سے ہے۔ اس سلسلہ میں جس آئینی جد و جہد کی ضرورت ہے وہ مرکزی انجمن ترقی اردو کی نگرانی میں ہو رہی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود اردو والوں کو جو کچھ کرنا چاہئے وہ اسے کہاں تک کر رہے ہیں! انھوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اردو کے مصنفوں اور ناشروں کی حوصلہ افزائی کا کیا سامان کیا؟ یہ لوگ اپنے پان سگرٹ اور سنیما بینی پر جتنا خرچ کرتے ہیں کیا اُس کا ۱/۲ حصہ بھی وہ اردو کی کتابوں اور اس کے اخبارات و رسائل کی خریداری پر خرچ کرتے ہیں۔ ہندی، مرہٹی اور بنگالی زبان کا آپ کو کوئی ادیب اور صاحبِ قلم ایسا نہیں ملے گا جو معاشی اعتبار سے پریشان حال اور پراگندہ روزی پراگندہ دل کا مصداق ہو۔ ان زبانوں کا کوئی پبلشر آپ کو نظر نہیں آئے گا جو خریداروں کی کمی کا شکوہ سنج ہو۔ پریم چند جب تک اردو میں لکھتے رہے فکرِ معاش سے آزاد نہیں ہوئے۔ لیکن ہندی میں لکھنا شروع کیا تو مالا مال ہوگئے۔ بنگالی زبانوں کے اکثر ادیبوں سے راقم الحروف خود واقف ہے کہ وہ کس درجہ معاشی فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن ہمارے ہاں کیا حال ہے؟ فلمی شاعروں اور ادیبوں سے قطع نظر کتنے ادیب ہیں جو جوانی میں ہی فقر و فاقہ کے باعث بید اجل کا شکار ہوگئے، کتنے ہیں جو نانِ شبینہ کو محتاج ہیں۔ تھوڑے بہت جو خوش حال نظر آتے بھی ہیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو کہیں پروفیسر ہیں۔ کہیں کوئی نوکری کر رہے ہیں یا انھوں نے کوئی اور ذریعۂ معاش اختیار کر رکھا ہے۔ ہمارے اخبارات صرف اشتہاروں کے بل بوتے پر چل رہے ہیں۔ پبلشنگ ہاؤسز سستی کتابوں کے سہارے زندہ ہیں جو سنجیدہ قسم کے ادارے ہیں وہ شخصی اور ہنگامی عطیات کے ذریعہ کسی نہ کسی طرح اپنا کام کئے جا رہے ہیں۔ فارسی کا ایک پرانا شعر ہے ؎

قلم گوید کہ من شاہِ جہانم　　قلم کش را بدولت می رسانم

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر سب زبانوں کے حق میں آج بھی ایسا ہی درست اور سچا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ لیکن جہاں تک اُردو زبان کا تعلق ہے اس کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "دولت" کے "نکبت" کا لفظ ہونا چاہئے۔

غور کرنا چاہیئے کہ ان حالات میں اگر اردو اُتر پردیش۔ دلی بہار یا آندھرا کی علاقائی زبان ہو بھی گئی تو اس سے کیا ہوگا؟ اور کیا وہ محض حکومت کی طرف سے اس اعلان کے سہارے زندہ رہ سکے گی؟

© rasailojaraid.com